© rasailojaraid.com

قبسات القباس

(محمد عباس رفعت شروانی کی ایک فارسی تصنیف)

(از جناب سید حیدر عباس صاحب رضوی لکچرر شعبۂ اردو سیفیہ کالج، بھوپال)

محمد عباس رفعت شروانی کا نام ادبی حلقوں میں تلمیذ مرزا غالب کی حیثیت سے بخوبی متعارف ہے۔ وہ عربی اور فارسی میں قدرتِ کاملہ رکھتے تھے اور نظم و نثر دونوں ان کے قلم و فکر کی جولانگاہ تھے۔ عربی فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن ان کی شہرت کا انحصار شاعری سے زیادہ نثرنگاری پر ہے۔ اس کا ایک سبب تو شاید یہ ہے کہ ان کی شاعری کا کوئی مجموعہ دستیاب نہیں ہے اس لئے کہ شاعری سے وہ ایک مرتبہ ایسے بے زار ہوئے کہ اپنا تمام شعری سرمایہ غرقِ آب کردیا حالاں کہ بعد کو انھیں اس پر افسوس بھی ہوا۔ اس واقعہ کے بعد جو تھوڑے بہت اشعار انھوں نے کہے انھیں مختلف تصانیف میں درج کرتے گئے چنانچہ نورِ دیدہ کے رقعۂ اول میں تحریر کرتے ہیں :۔

"از ابتدائے سن تمیز تا کمالِ ایامِ جوانی ورزشِ سخن نمودم و دریغہ تا نان این میدان دواندم روزے از نا ہنجاری جہل کہ دریں عالم بشیر از وار اندبر آشفتم و سفینہ چند ہزار شعر در آب انداختم ازاں وقت تا ایں وقت اتفاقاً آنچہ گفتہ ام متفرق در رسائل خود نوشتہ ام[1]۔"

---

[1] نور دیدہ (قلمی مسودہ) محمد عباس رفعت :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ رفعت کے ادبی سرمایہ میں نثر کی تعداد نظم کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ نوردیدہ کے رقعۂ چہارم میں رفعت نے اپنی تصانیف کی جو فہرست درج کی ہے اس میں نثری تصانیف زیادہ ہیں۔

رفعت نے نوردیدہ میں اپنی ستائیس تصانیف کے نام درج کئے ہیں[1]۔ ان میں سے پندرہ کو انھوں نے "مفقوداست"، لکھا ہے۔ مفقود تصانیف کے نام اس طرح ہیں:۔

۱۔ خیر العمل (در فقہ) ۲۔ سرمن رائے (رسالہ درکلام) ۳۔ شہنشاہ نامہ (مثنوی اُردو در غزوات نبوی) ۴۔ خیالات رفعت (دیوان غیر مرتب بود در آب رفت) ۵۔ گلزار رفعت (در وقائع سیر دکن) ۶۔ گل نسرین (در علم اخلاق) ۷۔ مراسلات عباسیہ (انشاء) ۸۔ چار باغ رفعت (حکایات) ۹۔ نور مشتری ترجمہ اخلاقِ ناصری ۱۰۔ سراج الاقبال (در تاریخ) ۱۱۔ گل صد برگ (انشائے فارسی بے آمیزش عربی) ۱۲۔ تاج اللطائف (در لطائف و ظرائف) ۱۳۔ انوار الغزالہ (در ذکر اہل بیت) ۱۴۔ جواب باصواب (در کلام) ۱۵۔ صفات جہانگیری (در مدح نواب جہانگیر محمد خاں) اور موجود تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ قبسات اقتباس (انشاء) ۲۔ قیصر نامہ (تاریخ روم) ۳۔ دل فروز (مثنوی) ۴۔ زینت الانشاء (انشاء) ۵۔ عمدۃ الاخبار (تاریخ بوہرا) ۶۔ انیس الجلیس (در فنِ تاریخ) ۷۔ رواں افزا (در فنِ تاریخ) ۸۔ ہوش افزا (در فنِ تاریخ) ۹۔ چشمہ نوش (آئین شاہی) ۱۰۔ قلائد الجواہر (انشاء) ۱۱۔ سلک گوہر اور ۱۲۔ نوردیدہ۔

نوردیدہ کے دیباچہ میں رفعت کی ایک اور تصنیف "قرۃ العین" کا ذکر بھی ملتا ہے۔

---

[1] "بھوپال اور غالب" میں اُستاذی عبدالقوی دسنوی صاحب نے رفعت کی ۶۲ تصانیف کی فہرست درج کی ہے ممکن ہے کہ اس میں سے بیشتر تصانیف نوردیدہ کی تکمیل کے بعد عالم وجود میں آئی ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کے بیشتر مطالب بعد کو انھوں نے اپنی تصنیف "تاج الاقبال" میں شامل کر دیئے تھے۔ اس کے علاوہ بھوپال سے دستیاب شدہ خطوطِ غالب میں سے فارسی خط پر لکھی ہوئی عبارت سے رفعت کے ایک اور رسالہ "نور العین" کے وجود پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ رفعت نے نور دیدہ کے دیباچہ میں تذکرہ کے باوجود اپنی تصانیف کی فہرست میں قرۃ العین اور تاج الاقبال کو محسوب نہیں کیا اور رسالہ نور العین کو بھی فراموش کر دیا۔

رفعت کا وہ ادبی سرمایہ بھی جو نور دیدہ کی تصنیف کے وقت موجود تھا دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ان کی ایک تصنیف "قبسات القباس" حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے۔ اوائل ۱۹۶۹ء میں سیفیہ کالج بھوپال نے شعبہ اُردو کے لئے بھوپال کتاب گھر سے رفعت کی تصنیف "نور دیدہ" کے دو قلمی نسخے جن میں سے ایک مسودہ ہے اور دوسرا مبیضہ خرید کئے۔ مسودہ بہت زیادہ خستہ حالت میں ہے اس کا بیشتر حصہ خط شکست میں لکھا گیا ہے اور اس کی عبارت میں ترمیم و تنسیخ بھی بہت کی گئی ہے۔ مبیضہ بہت صاف اور خوشخط ہے چنانچہ مبیضہ ہی کو عام طور پر مطالعہ کے لئے استعمال کیا جاتا رہا اور مسودہ کو محفوظ کر دیا گیا ۱۹۷۰ء میں نور دیدہ کے مبیضہ کے درج شدہ ایک تحریر کی تصدیق کے سلسلہ میں مسودہ کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو اندازہ ہوا کہ مسودہ اور مبیضہ میں بعض اختلافات ہیں مثلاً یہ کہ بعض حواشی براہِ راست مبیضہ میں بڑھا دیئے گئے ہیں مسودہ میں ان کا کہیں پتہ نہیں ہے مبیضہ رجسٹر سائز کے لائن دار لیجر پیپر پر ہے جب کہ مسودہ میں مختلف اقسام کے سادہ کاغذ استعمال کئے گئے ہیں۔ مسودہ میں کہیں کہیں درمیان میں سادہ صفحات بھی ملتے ہیں۔ مسودہ اور مبیضہ دونوں میں نور دیدہ کے بعد رفعت کے والد شیخ محمد احمد یمنی کی تصنیف "خلاصہ نافعہ" کی نقل بھی شامل ہے۔ مسودہ میں اس کے بعد رفعت کے چند فارسی خطوط کی جو انھوں نے وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کے نام لکھے نقلیں اور دیگر فارسی تحریریں شامل ہیں مسودہ کی عام حالت کے پیشِ نظر یہ بھی نور دیدہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ اسے مجموعہ رقعات[1] کہا جا سکتا ہے۔ لیکن درحقیقت

---

[1] راقم الحروف نے اپنے مضمون "بنام غالب" مشمولہ مجلہ سیفیہ غالب نمبر ۱۹۷۰ء میں اس کو مجموعہ رقعات ہی لکھا ہے۔

© rasailojaraid.com

یہ رفعت کی تصنیف "قبسات القباس" ہے

قبسات القباس ۱۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں کاغذ کو ہر دو جانب سے لکھنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے اوراق نوردیدہ کے مسودہ کے عام اوراق کے مقابلہ میں کچھ چھوٹے ہیں یعنی نوردیدہ کے مسودہ کا سائز ۷ × ۱۱ ہے جب کہ قبسات القباس کا سائز ۶½ × ۱۰ ہے نوردیدہ کے مسودہ پر "انشائے نوردیدہ"[1] درج ہے اور رفعت کے والد شیخ محمد احمد یمنی کی تصنیف سے پہلے جلی قلم سے "خلاصہ نافعہ" تحریر ہے لیکن قبسات القباس سے پہلے کوئی عنوان نہیں لکھا گیا ہے مسودہ کی جلد کے اوپر ٹھیک درمیانی حصہ میں سفید کاغذ چسپاں کر کے مشمولات کی تفصیل درج کی گئی ہے[2] اس میں بھی اس رسالہ کو "کتاب لا معلوم الاسم ـــــ ۱۱۶ صفحہ[3]" لکھا گیا ہے۔

قبسات القباس کا پہلا صفحہ بالکل سادہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے عنوان لکھنے کے لئے سادہ چھوڑ دیا گیا ہے صفحہ نمبر کے لحاظ سے یہی پہلا صفحہ ہے اس کی پشت پر صفحہ نمبر "۲" درج ہے صفحہ نمبر "۲" کے زیریں نصف حصہ میں بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد فارسی رسم الخط میں بزبان عربی مختصر تمہید ہے جس میں حمد و نعت و منقبت کے بعد کتاب کا نام اور غرض تصنیف تحریر ہے :-

" الحمد للہ لمن کرمنا بجواھر العقل والحواس جلت قدرتہ عن الحصر والقیاس والصلواۃ والسلام علی مولانا طیب الانفاس الذی وجبت علینا طاعتہ بالعین والراس اعنی سیدنا و نبینا محمد اشرف الناس وآلہ المنزھین عن الادناس المطھرین من الارجاس وصحبہ المنتجبین الاکیاس وبعد فیقول محرر ھذا الکراس نجل الحمد الیمنی

---

[1] "انشائے نوردیدہ" بھوپال کتاب گھر کے مالک جناب اسماعیل صاحب کا تحریر کردہ ہے

[2] یہ تفصیلات بھی بھوپال کتاب گھر کے مالک جناب اسماعیل صاحب کی تحریر کردہ ہیں

[3] رسالہ میں صرف ۱۱۵ تک صفحہ نمبر لکھے ہوئے ہیں آخری تین صفحات سادہ ہیں ان پر کوئی نمبر بھی نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المدعو جیاس ھذا شی من نتائج فکری معمیۃ مقتبسات القیاس ومعنمۃ علی بیاض ھذا القرطاس بسواد علی الحود ابالانفاس لعلدی ابوالقاسم الفراس طول اللہ عمرہ کعمر الیاس وزرقہ فہما لامعا کضو النبراس بحرمۃ خیر البشر وایمہ الاثنی عشر الذین بینھم لدین لنبسطاس وکل منھم فی غایات مراتب ودای الودی ھرماس ۔"

رسالہ میں تاریخ تصنیف کہیں درج نہیں ہے کہ اس کے زمانہ تصنیف کا اندازہ ہو سکے نیز اس میں شامل تحریروں کی ترتیب بھی غیر تاریخی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ رسالہ میں چار جگہ من موجود ہے ایک منشور منثور میں جو صفحہ ۳۲ سے ۴۳ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں رفعت نے آغاز آفرینش سے اپنے دور تک کے حالات اور اپنے مذہبی عقائد وغیرہ اجمالی طور پر تحریر کیے ہیں اس تحریر کے درمیان میں سن ۱۲۷۵ھ تحریر ہے :-

"از زمان آدم صفی تا ایں دم کہ آغاز سال ۱۲۷۵ھ ہجری ست ہزاراں سلاطین وحکام در وجود آمدند"

یہ تحریر واضح طور پر آغاز سال ۱۲۷۵ھ ہجری کی ہے۔ دوسرے منشی سروپ نرائن کے نام تحریر کردہ خط میں ۱۲۸۰ھ ہجری کا حوالہ موجود ہے۔ یہ خط تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے اور صفحہ ۵۲ سے ۵۵ تک ہے۔ اس خط میں رفعت نے منشی سروپ نرائن کو احترام الدولہ حکیم احسن اللہ خاں بہادر سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور اُن کے دہلی جانے کی اطلاع دی ہے :-

"جناب محتشم ہم ایں ماہ ۱۲۸۰ھ ہجری بدہلی نہضت نمودند وداغ جدائی بر دل ہواخواہاں نہادند"

اس خط میں "ہم ایں ماہ ۱۲۸۰ھ ہجری" سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط اسی ماہ کی کسی تاریخ کو تحریر کیا گیا ہے اور ۱۲۸۰ھ ہجری سے متعلق ہے۔ تیسرے منشی سید واصل کے مکان پر منعقدہ دعوت اور مشاعرہ کے بیان کے آخر میں ۱۲۵۹ھ ہجری کی تحریر ہے :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وکان انعقاد ھذا المجلس فی لیل التاسع من شھر رجب ۱۲۵۹ھ ہجری"

یہ تاریخ انعقاد مجلس کی ہے اسے تحریر کی تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چوتھے نواب صدیق حسن خاں کے نام ایک خط میں ۱۲۷۲ھ ہجری کا حوالہ موجود ہے:۔

"تازہ خبر ایں است کہ ایاغ لکھنؤ شکست بست و ششم جمادی الاولی ۱۲۷۲ھ ہجری نصوبِ تش بجا ماندو نہ ہیولی"

"تازہ خبر" اس بات کی دلیل ہے کہ تحریر ۱۲۷۲ھ ہجری کی ہے۔

محولہ تحریروں میں سنین موجود ہیں لیکن ان کی ترتیب تاریخی نہیں ہے ۱۲۷۵ھ اور ۱۲۸۰ھ ہجری کے بعد ۱۲۷۲ھ ہجری کی تحریر ہے ان تاریخوں سے رسالہ کے زمانہ تصنیف کے بارے میں کسی قطعی رائے کے قائم کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ قبسات القباس میں رفعت کی تحریر کردہ ایک ادبی مجلس منعقدہ ۱۲۵۹ھ ہجری کی روئداد شامل ہے نیز یہ کہ رفعت نے اپنی تصنیف "نور دیدہ" میں، جو بست و یکم محرم ۱۲۹۰ھ کو شروع ہو کر "ماہ ذی الحجہ الحرام ظہید روز عید غدیر" کو مکمل ہوئی، اس رسالہ کو ایک منفرد تصنیف کی حیثیت سے درج کیا ہے چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۲۹۰ھ ہجری سے قبل ہی یہ رسالہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔

قبسات القباس میں رفعت کی اٹھاون تحریریں شامل ہیں۔ ان میں سے پہلی تحریر ایک خط ہے جو ارسطو جاہ مولوی رجب علی خاں بہادر کے نام ہے اور آخری تحریر بھی ایک خط ہے جس کے مکتوب الیہ شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ والی حیدرآباد ہیں۔ قبسات القباس کی تحریروں کی تفصیل اس طرح ہے:۔

۱۔ ارسطو جاہ مولوی رجب علی خاں بہادر ــــ ۵ خطوط، ۲۔ سید تفضل حسین عطا آفندی بارگاہ سالار جنگ شجاع الدولہ ــــ ۳ خطوط، ۳۔ منشی سید کریم علی ــــ ۱ خط، ۴ ــــ مرزا غالب ــــ ۲ خطوط اور ایک فارسی غزل، ۵۔ مولوی محمد نواز مدرس مدرسہ سیہور ــــ ۱ خط، ۶۔ لالہ لال جی خزانچی بھوپال ــــ ۱ خط، ۷۔ شمس الامراء بہادر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

— اخط، ۸۔ منشی کنج بہاری لال — اخط ۹۔ حاجی محمد خاں میر منشی ریزیڈنسی اجمیر — ۴ خطوط، ۱۰۔ منشی احمد علی میر منشی نواب فوج دار محمد خاں بہادر — اخط، ۱۱۔ مولوی سید گلشن علی جون پوری — اخط، ۱۲۔ میر اسد علی حیدر آبادی — اخط، ۱۳۔ منشی سروپ نرائن میر منشی سنٹرل انڈیا — اخط، ۱۴۔ منشی محمد الیاس مدراسی — اخط، ۱۵۔ پیر عبداللہ شاہ صوفی — اخط، ۱۶۔ نواب سلطان الدولہ رئیس الملک بہادر میر جہاں گیر علی خاں سلیماں جاہ حیدر آباد دکن — اخط، ۱۷۔ منشی محمد جان رئیس پونہ — اخط، ۱۸۔ قاسم علی خاں — اخط، ۱۹۔ لالہ برج لال — اخط، ۲۰۔ محمد احمد مرحوم (برادر رفعت) — اخط، ۲۱۔ منشی سید اعظم علی اورنگ آبادی — اخط، ۲۲۔ میر ناصر علی نصیر اخط، ۲۳۔ میر واصل علی — اخط، ۲۴۔ منشی محمد اسحاق شاہ جہاں پوری — اخط، ۲۵۔ منشی مظہر علی خاں — اخط، ۲۶۔ منشی سید حسین علی — اخط، ۲۷۔ منشی غلام صفدر — اخط، ۲۸۔ منشی عبد المجیب — اخط، ۲۹۔ منشی عبد الوہاب — اخط، ۳۰۔ علی جان نقاش — اخط، ۳۱۔ مولوی صدیق حسن خاں میر دبیر ریاست بھوپال — ۲ خطوط، ۳۲۔ سید حافظ علی — اخط، ۳۳۔ مولوی محمد عمر صوفی — اخط، ۳۴۔ مولوی امداد علی خیر آبادی — اخط، ۳۵۔ شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ وزیر والیٔ حیدر آباد دکن — اخط، ۳۶۔ شخصے بنرل سید — ۲ خطوط، ۳۷۔ شخصے بنام شخصے — اخط، ۳۸۔ دوسروں کی فرمائش پر — ۵ خطوط، ۳۹۔ منشور منثور — ایک، نیز ۴۰۔ روداد دعوت و مشاعرہ — ایک۔

رفعت کے مکتوب الیہم میں غالبؔ، ارسطو جاہ، نواب صدیق حسن خاں اور تراب علی خاں سالارِ جنگ کے علاوہ تقریباً سب غیر معروف ہیں۔ ان میں سے جن کا تعلق شعر گوئی سے ہے ان کے حالات مختصراً ایک ایک دو دو جملوں میں رفعت نے نور دیدہ کے رقعۂ اول میں جس کی نوعیت تذکرہ کی سی ہے تحریر کیے ہیں چنانچہ ارسطو جاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے متعلق تحریر کرتے ہیں :۔

"ارسطو جاہ مولوی سید رجب علی خاں بہادر از مقربین دولت انگلشیہ بود ۲۰ رجمادی الثانی سنہ ۱۲۸۶ ہجری بعارضہ تپ و سرسام برکوہ شملہ انتقال نمود شیعہ غالی است و صاحب فکر عالی نظمش بسیار خوب و نثرش بغایت مرغوب"

منشی سید تفضل حسین عطا کا ذکر اس طرح کیا ہے :۔

"منشی سید تفضل حسین عطا اثنا عشری المذہب مرد مہذب و فاضل ناظم و ناثر کامل در حیدرآباد دکن نوکر شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ وزیر مختار سرکار نظام الملک آصف جاہ والی دکن بود سنہ ۱۲۸۵ ہجری مراحل عمر عزیز طے نمود"

منشی کنج بہاری لال کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"ثانی بہار و مسرت منشی کنج بہاری لال خلف شاگرد مرزا رفیع الدرجات نزہت رام پوری در ایام دولت نواب جہانگیر محمد خاں بہادر شمشیر جنگ پیش میر واصل علی پیش دست نائب ریاست برعہدہ منشی گری در بھوپال روشناس بود باز حسب الطلب نواب محمد سعید خاں بہادر والی رام پور استعفا داد و بخدمت نواب مذکور رفت ہنوز در رام پور زندگانی بعزت بسر می برد"

مولوی محمد عمر صوفی کے متعلق بیان فرماتے ہیں :۔

"از اقربائے نواب والا جاہ ارکاٹ مرد ذی استعداد بود گاہے شعر ہم می گفت داعی تخلص می نمود سنہ ۱۲۹۵ ہجری برائے گزاردن حج رواں شد در بندر بمبئی داعی اجل را لبیک اجابت گفت"

مولوی امداد علی خیرآبادی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"امداد علی امداد متوطن خیرآباد حنفی مذہب از دوستان راقم الحروف بود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در ۱۲۸۵ ہجری انتقال نمود"

مرزا غالب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص بغالب اکبر آبادی المولد دہلوی المسکن ست نسبتش بہ افراسیاب وجمشید منتہی می شود دیوان اردو و دیوانِ کلیات فارسی مہر نیم روز ماہ نیم ماہ پنج آہنگ دستنبو قاطع برہان تیغ تیز عود ہندی درفش کاویانی گوہر افشاں قادر نامہ سپاچین مشتمل قصائد و اشعار کہ بدطبع گشتہ خود فرمودہ است دیوانِ شیریں زدودئے معنی دلائل اعجاز فصل وبلاغت مستند گروہ کثیر از متبحرانہ کمالات ساغر ادب کشیدہ سرخوش مستند راقم الحروف غائبانہ بدیدن کلام مبینش معتقد گشت واز دور سر فرود آوردہ در حلقہ شاگرداں زانو شکست جناب ممدوح از راہ اخلاق بے پایاں مانند حکمائے اشراقیاں چند مرتبہ توجہ دلی فرمود و اشعار بندہ را کہ ذریعہ نیائش نامہ ہا فرستادہ بودم اصلاح نمود ۔۔۔۔ دوم ماہ ذیقعد ۱۲۸۵ در دہلی مرحمت حق پیوست و در خلد بریں زیر سایہ طوبیٰ نشست"

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ سید واصل علی کا مختصر تعارف بھی نور دیدہ میں ملتا ہے۔ رقعۂ دوئم میں رفعت نے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے قصبہ سیہور میں ان سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کا تعارف اس طرح درج کیا ہے :-

"سید واصل قاضی زادہ شجاعلپور کہ مقرب سرکار نظیر الدولہ جہانگیر محمد خاں بہادر شمشیر جنگ نواب بھوپال واز دوستان والد من بود ۔۔۔"

قیاسات القیاس کے خطوط کے مکتوب الیہم اپنے مراتب ومشاغل، معیار علم وطرز فکر نیز مزاجی کیفیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف وممیز تھے اور رفعت کے تعلقات بھی تمام لوگوں سے یکساں نوعیت کے نہ تھے لیکن خطوط میں شخصیتوں کا یہ امتیاز واختلاف بہت زیادہ نمایاں نہیں ہے بلکہ بیشتر خطوط میں گہری مماثلت پائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتی ہے مثلاً ارسطوجاہ مولوی رجب علی کو لکھتے ہیں :۔

"طغرائے عزائے کامرانی منشورلا مع النور شادمانی گنج شائگان مراد خزانہ عامرہ نقود و اتحاد فروغ جبہہ اقبال نورناصیہ اجلال تاج تارک افتخار اوج طالع اعتبار نسخہ شفائے علیل رائحہ انفاس صاحب انجیل ....."

القاب و آداب کے پیرایہ میں مدح خوانی کا یہ سلسلہ بہت دور تک چلا گیا ہے ارسطوجاہ کے نام رفعت کے پانچ خطوط ہیں اور ہر خط میں اندازِ تحریر یہی ہے۔ غالب کے نام تحریر کردہ خطوط بھی اسی اندازِ تحریر میں ہونے کے سبب ارسطوجاہ کے نام لکھے گئے خطوط سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ مرزا غالب سے مخاطبت کا انداز ملاحظہ فرمایئے :۔

"عقیدت پیوند عباس مستمند گنج شائگان ضراعت و سپاس راسرمایہ سعادت دو جہاں و نگارش دگزارش نیاز و نیائش را وسیلا اجابت مدعا شناختہ بحضرت استاذ شعرائے نامی ملاذ سخنوراں گرامی سلطانِ روم فصاحت خاقانِ چین بلاغت .. حضرت اسد اللہ غالب باصد ہزار فروتنی و نیازمندگی عرض پرداز ست..."

مرزا غالب کے نام دوسرے خط میں بھی عقیدت مندی کا یہی انداز ہے :۔

"کلاہ گوشہ نازش بہ عنتیں سپہر می شکنم کامروز آرزومندنامہ نگاری بجناب باساں شمشم گل زمیں ہندوستان بودہ ام نے نہ غلطم بلکہ پیچ جبہ سائی سرنیاز و شکستگی بر آستانِ فیض نشاں شہریارِ عجم خداوندِ تیغ و قلم قیصر روم معنی طرازی خاقان چین نکتہ پردازی بہ ہمگی استوار کردہ ام ...."

مولوی گلشن علی جون پوری کے نام تحریر کردہ خط کا اندازِ تحریر بھی دیکھئے :۔

"امروز اگر فرقِ افتخار خود را برتر از تاج سموات ذات البروج دانم بجا ست و مرتبہ اعتبار خود را اگر فوق فلک الافلاک شمارم روا ست کہ خامہ یوسفی ہنگامہ بیاآہنگ نامہ نگاری بنام سیدوالا جاہ برداشتہ خود را از حصولِ ایں سعادت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظمیٰ ہمسر ملبند بختان سلیمان بارگاہ میداشتہ ام ......"

میر ناصر علی نصیر کے خط کا ابتدائی حصہ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

" قیصر روم انشا پردازی، خاقان چین سخن طرازی خسرو ایران فصاحت امام صنعائے یمن بلاغت اجلہ خاندان سیادت و شرف سلالہ سلسلہ جناب شاہ نجف ..."

دراصل رفعت کو فکر معاش دامن گیر تھی اور وہ اپنی انشاپردازانہ صلاحیتوں کے سہارے انگریزی حکومت یا کسی ریاست میں ملازمت حاصل کرنا چاہتے تھے قبسات القباس کے بیشتر خطوط میں ان کی اس غرض کا اظہار ملتا ہے وہ ارسطو جاہ مولوی سید رجب علی کو تحریر کرتے ہیں :-

" .... امروز فرمانروایان ہند و سران ایں کشور بذیرفتن اشارہ گرامی را سرمایہ راحت خودمی دانند و ہویداست کہ بسیار شرفا بدولت سامی فائز المرام بودہ اند من اگر ہم بجائے رسم وازیں شودہ بوم شوم کہ دیاس حجاج برائے من است رفت کشم و لبقیہ انفاس را جائے بآرام گزرانم جا دارد دو ر دستان را باحسان یاد کردن ہمت ست، ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمری افگند"

حاجی محمد خاں کو تحریر کرتے ہیں :-

" اگر بدولت والادر راحبتان کدام صورت روزگار برآید عین تمنائے من است ..."

شمس الامراء بہادر کے نام ایک مختصر خط رفعت کی تلاش معاش اور ان کی خود داری دونوں کا بیک وقت اظہار کرتا ہے :-

" شریفیم از شرفائے نامدار منشیم مدعا نگار و متصدیم کارگزار سربازم بہنگام کار اگر قابل سرکار باشم کافی والا جواب صافی "

تلاش معاش کے پیش نظر رفعت نے اپنے خطوط میں زباں دانی اور انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں اس امید پر کہ یہ خطوط شاید تلاش معاش میں سہارا بن جائیں اور یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سبب ہے کہ یہ خطوط اپنے مکتوب الیہم کے مراتب و مشاغل کے فرق کے باوجود آپس میں حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہیں۔ قبسات القیاس کے خطوط میں رفعت کی طبیعت کے دیگر نقوش بھی دیکھے جا سکتے ہیں مثلاً ادب سے ان کے ربط و تعلق کا اندازہ ان کے بعض خطوط اور تحریروں سے ہوتا ہے۔ منشی کنج بہاری لال کے نام خط میں تحریر کرتے ہیں :۔

"در تذکرہ مراۃ الخیال نوشتہ است کہ روزے در ایوان نور جہاں بیگم شعرا جمع آمدند بیگم فرمائش غزل کرد و شعرا بسبب تنگیٔ قافیہ کہ بیگم گفتہ بود متامل شدند نواب قاسم خاں شوہر منیژہ بیگم خواہر نور جہاں سہ شعر گفتہ بسمع بیگم رسانید بیگم شاد شد و صد بخشید شعر الحسین نمودند آں ہر سہ شعر ایں است :

گر شوی سایہ نشیں روزے بہ بخت باغباں — سایہ بر خورشید اندازد درخت باغباں

فاختہ چوں دید بے گل باغ را نالید و گفت — از چہ رو با گل نرفت ایں جانِ سخت باغباں

جشنِ نوروز است و فراشِ بہار از فیض طبع — طرح کرد از سبزہ و گل تاج و تختِ باغباں

منشی غلام مرتضیٰ لکھنوی کتاب خاں کہ در نظم و نثر خیلے ماہر و در عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ از مردم نامی بود شعر چہارم گفتہ :

غنچہ دل تنگ است و بلبل پر فغاں گل سینہ چاک — غالباً تنگ انداز و ضعِ کرختِ باغباں

راقم الحروف محمد عباس شعر پنجم گفتہ غزل تمام نمود :۔

از وفور سبزہ و گل در فضائے آں سال — می نماید زرد و سرخ و سبز رخت باغباں

ایک خط میں رفعت کی اپنے ایک دوست کے بیٹے سے ملاقات کا ذکر ہے اس خط سے رفعت کی نرم دلی انسانیت اور بے لوث دوستی کا اظہار ہوتا ہے :۔

"حبیب الحبیب ادیب اریب سلمہ الحیّ المجیب بعد سلام در بدو صاد دی کہ عید سعید ماہ صیام بود عبد المجید پسر عبد الحمید مرحوم بے ریا آمد پرسیدم کہ حالا کجائی و چہ کار داری گریہ کرد و جواب داد کہ پدرت بہ بود برآمدہ ام بیکاری مرا پامال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردہ و چہار ماہ علاج طبیب کردم رفتے بہی دیدم حالا مراد ہیابید یکماں بے برگی رسیدہ ام برحال دے بسیار گزیدہ گردیدم وسی سد پیہ دادم وایما کردم کہ برید ر دبرادر سیدہ در بدر آبرد بدہ بیدم طبیبا دب بوسیدہ و وداع کردم راہی گردید"

رفعت نے اپنی ضمانت پر کسی صراف سے علی جان نقاش کو کچھ رقم قرض دلوادی تھی۔ رقم وقت پر واپس نہ ہوتی صراف نے رفعت کو یاد دہانی کرائی انھوں نے نقاش کو جو خط لکھا ہے وہ دلچسپ ہے:

امروز تقاضائے صراف بابت دراہم کہ ایشاں بضمانت فقیر گرفتہ اند بیش از نیش ست دسرایں بے سروپا از خجالت وعدہ خلافی شما لگوں در پیش خدا شاہد کہ مزاجم از ہجو ریش ست و وضع ارباب دنیا چوں گرگ در کسوت میش تمید النستم کہ شمارا چنیں کیش ست کہ ظاہر شما نوش و باطن نیش امروز زر دادن باعث عیش است ورنہ فردا ہنگامہ رنج و طیش "

قبسات القباس میں ہجو نگاری کے بھی کئی نمونے ہیں ان میں سے ایک ملاحظہ فرمائیے:۔

" افتاد طشت از بام و مرد چراغ از سر شام عصمت بی بی از بے چادری بود ایدوں جوہر ذاتی رو نمود سال نوازش بہار پیدا د پوست فطا غلیظ القلب ہویدا شد وصنوئے بیخ شکست بیرو رع رخت بست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوں نفس امارہ شدہ در حقیقت بے چارہ شدہ بست بریدی ہا کمر خود حیست فراداں قحبہ زناں راحیست دست خیانت در امانت دراز کرد وباب آب ریختن ما زا نجام ایں آغاز معلوم و آخر ایں اول قرین سایہ بوم "

مختصر یہ کہ قبسات القباس میں رفعت کی زندگی کے متعدد پہلو دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان تحریروں میں ان کی دوستی کا خلوص بھی ہے، رسمی ملاقات کا کھردرا پن بھی اور غصہ کی گرمی بھی، ان میں خود شناسی بھی ہے خود داری بھی اور حرف مدعا کا اظہار بھی ہے، ان میں تعریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتوصیف بھی ہے اعترافِ حقیقت بھی اور ہجو بھی ؛ ان میں ادب بھی ہے تہذیب بھی اور حدودِ ادب و تہذیب سے تجاوز بھی۔

قبسات القیاس کی ایک نمایاں صفت نثر کے درمیان اشعار کا استعمال ہے رسالہ میں ابتدا سے انتہا تک بمشکل چند تحریریں ایسی ہوں گی جن میں اشعار کا استعمال نہیں ورنہ بیشتر تحریریں اشعار سے آراستہ و پیراستہ ہیں اور اشعار کا استعمال اکثر ایسا برمحل ہے کہ اس سے نثر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رفعت کو اشعار کے استعمال کا صرف شوق ہی نہیں سلیقہ بھی ہے (مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر صرف دو مثالیں کافی ہوں گی۔) مرزا غالب کا خط نہ آنے اور خیریت معلوم نہ ہونے پر اپنی طبیعت کے اضطراب کو ایک شعر کے ذریعہ ظاہر کیا ہے :-

بجستجوے خبر جانم از دریچہ گوش زماں زماں بسر راہ کارواں آید

ایک خط میں بھوپال میں اپنی ناکامی اور یہاں سے دل برداشتگی کا اظہار کرتے ہوتے دو شعر تحریر کئے ہیں :-

ہر چند کہ خوں شد ز تپیدن نفسِ ما صیاد بنا ریخت بہ گلبن قفسِ ما

تا دامن گل بس کہ نشد دسترسِ ما چوں غنچہ گرہ شد بدلِ ما ہوسِ ما

رفعت نے صرف اشعار کے استعمال ہی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ بعض خطوط میں پوری پوری غزلیں نقل کردی ہیں اس میں شک نہیں کہ اشعار کے برمحل استعمال سے نثر کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے نثر میں اشاریت پیدا ہوجاتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اشعار کے کثرت استعمال سے نثر کی شگفتگی کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا اور تاثر مجروح ہوجاتا ہے یہاں یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ قدیم نثر نگاری میں اشعار کا استعمال ایک وصف سمجھا جاتا تھا اور قبسات القیاس کی نثر میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود ہے۔

قبسات القیاس کی نثر سے رفعت کی مہارتِ عبارت آرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسالہ فارسی میں ہے اور فارسی بھی وہ جس میں عربی کی گہری آمیزش ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفعت کو عربی و فارسی دونوں زبانوں پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی اس رسالہ کی عبارت میں نہ صرف عربی و فارسی الفاظ ایک دوسرے میں شیر و شکر کی طرح گھلے ملے نظر آتے ہیں بلکہ عربی و فارسی کی مفرد و مرکب تراکیب کا استعمال فراوانی سے ہوا ہے کوئی سطر ترکیبوں سے خالی نہیں ہے۔ عربی و فارسی ترکیبوں کے ساتھ ساتھ رفعت نے قافیہ پیمائی کا ثبوت بھی دیا ہے چنانچہ رسالہ ابتدا سے انتہا تک مقفیٰ و مسجع نثر میں ہے جس میں تشبیہ در تشبیہ اور استعارہ در استعارہ بات کہنے کے اسلوب نے دقت اور رنگینی پیدا کر دی ہے۔ رفعت نے پامال قوافی کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا ہے اور اکثر اس میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن جہاں کہیں یہ گریز حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے عبارت معمہ بن گئی ہے۔ رفعت نے عبارت آرائی کے شوق اور قافیہ پیمائی کے ذوق میں عربی و فارسی کے نامانوس الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ دونوں زبانوں کے نامانوس الفاظ کا استعمال کر کے رفعت نے اپنی زبان دانی کا سکہ تو بٹھا دیا لیکن اس سے اسلوب تحریر میں پیدا ہونے والی اجنبیت اور ثقالت کو دور نہ کر سکے۔

مغلیہ سلطنت کا زوال ہندوستان میں فارسی زبان کے زوال کا پیش خیمہ تھا ۱۸۵۷ء صرف مغلیہ سلطنت کے ختم ہو جانے ہی کا اعلان نہیں تھا اس کے ساتھ ساتھ فارسی کی امتیازی حیثیت کے ختم ہو جانے کا اعلان بھی تھا سرکاری اور درباری حیثیت ختم ہو جانے کے بعد فارسی صرف ادبی و تہذیبی زبان ہو کر رہ گئی تھی اور اس کی جگہ اردو نے حاصل کر لی تھی اردو نے ۱۸۵۷ء سے قبل ہی اپنے دائرہ اثر کو وسیع کر لیا تھا فارسی کے ادیب و شاعر اردو کی طرف متوجہ ہو گئے تھے فارسی کی بالادستی ختم ہو رہی تھی اور اس کے قدر داں بھی کم ہوتے جا رہے تھے چنانچہ فارسی نثر پردازوں میں طرزِ نو ایجاد کرنے کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا صرف پرانے اسلوب بیان کی کامیاب تقلید ہی کو سندِ کمال سمجھا جانے لگا تھا رفعت اس حیثیت سے قابلِ تعریف ہیں کہ وہ قدیم فارسی اسلوب انشا پردازی کے کامیاب مقلد تھے اور قبسات القباس ان کی انشا پردازانہ صلاحیتوں کا ایک کامیاب نمونہ ہے۔

© rasailojaraid.com